مثنوی

حقوقِ اولاد

مُصنّفہ

شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

باجازت مُصنّف

ایس ایم حمید کے اہتمام سے

حالی پریس پانی پت میں طبع ہوئی

مثنوی

حقوقِ اولاد

مُصنّفہ

شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالیؔ

حقوقِ اولاد

لاڈلا بیٹا تھا اک ماں باپ کا
دیکھ اُسے ہوتے تھے دونوں باغ باغ
بال بیکا اُس کا ہوتا تھا اگر
ہر طرح اُس کی رضا مقصود تھی
وقف تھی سب اُس پہ دولت اور مال
روک ٹوک اُس کی کسی نے کی نہ تھی
گھور سے واقف نہ تھا اُستاد کی
راہ سے مکتب کی کتراتا تھا وہ
لکھنے پڑھنے کی نہ تھی ترغیب کچھ
تربیت کے بدلے لاڈ اور پیار تھا
کھیل میں کرتا تھا برباد آپ کو
جانتے تھے گھر میں ہے دولت بہت
نوکری کرنی نہیں اُس کو تلاش

جان ماں کی اور ایماں باپ کا
تھا وہی لے دے کے اُس گھر کا چراغ
دل کو رہ جاتے تھے دونوں تھام کر
جان تک اُس کے لئے موجود تھی
پر نہ تھا تعلیم کا اُس کی خیال
باپ نے جھڑکی تک اُس کو دی نہ تھی
شکل دیکھی ہی نہ تھی جلّاد کی
نام سے پڑھنے کے گھبراتا تھا وہ
گوشمالی تھی نہ تھی تادیب کچھ
لہو و بازی میں سدا سرشار تھا
اور کچھ پروا نہ تھی ماں باپ کو
لکھنے پڑھنے کی نہیں حاجت بہت
ہے اسی کے واسطے ساری معاش

گو رہے بے علم اور نادان یہ
پیروی کی اِک خیالِ خام کی
جب ہوا وہ ناز پروردہ جواں
آ پڑا اُس کا وہی آخر کو رنگ
سامنا ماں باپ کا کرنے لگا
حق تو اُن کے اُس سے کیا ہوتے ادا
تھیں ادائیں اُس کی اکثر ناپسند
جہل و نادانی کی تھیں طغیانیاں
اُس کو صحبت تھی تو تھی اغیار سے
شہر میں آوارہ کہلاتا تھا وہ
خوف ہوتا تھا نصیحت کا یہاں
پند سے ناصح کی نفرت تھی اُسے
گھر میں آ اِک اِک سے لڑ جاتا تھا وہ
نفس پر اپنے نہ کر سکتا تھا جبر
دل پہ قابو زینہار اُس کو نہ تھا
جو وہ کرتا تھا اُسے بھرتے تھے سب
اصل میں کچھ بد نہ تھی اُس کی سرشت
گو نہ مطلق آدمیّت اُس میں تھی
بدچلن تھا پر نہ تھی طینت بُری
چڑھ رہا تھا اُس پہ بدصحبت کا رنگ
ذات میں اُس کی شرارت تھی نہ شر
جب گئی حالت بگڑ حد سے سوا
باپ نے اِک روز گھر میں بیٹھ کر
یاد ہیں وہ دِن بھی تم کو یا نہیں
جب خبر اپنی نہ تھی کچھ آپ کو

پر کسی صورت چڑھے پروان یہ
فکر دونوں نے نہ کی انجام کی
رنگ لائیں اُن کی بے پروائیاں
لاڈلے بیٹوں کا جو ہوتا ہے ڈھنگ
ہمسری کا اُن کی دم بھرنے لگا
اور ناراض اُن کو وہ رکھنے لگا
کارگر اُس کو ملامت تھی نہ پند
رات دن کرتا تھا نافرمانیاں
اُس کی بلّت تھی تو تھی اُنفار سے
چوک میں پاتا تھا جب پاتا تھا وہ
جا کے بھولے سے نہ پھرتا تھا وہاں
سایہ سے اچھوں کے وحشت تھی اُسے
باتوں باتوں میں بگڑ جاتا تھا وہ
نام کو اُس میں تحمّل تھا نہ صبر
اور زباں پر اختیار اُس کو نہ تھا
اُس سے چھوٹے اور بڑے ڈرتے تھے سب
کر دیے تھے جہل نے اطوار زشت
پر جھلکتی قابلیّت اُس میں تھی
فطرت اچھی تھی مگر عادت بُری
لگ رہا تھا روشن آئینہ کو زنگ
ہو گیا تھا بد - بدوں میں بیٹھ کر
آگیا دَم ناک میں ماں باپ کا
یوں کہا بیٹے سے اے جانِ پدر!
جبکہ یہ رعنائیاں تم میں نہ تھیں
جانتے تھے تم نہ ماں اور باپ کو

پاسباں تھے آپ کے ماں باپ جب
ہِل نہ تم سکتے تھے بے امدادِ غیر
ہاتھ اور بازو یہ سب بےکار تھے
آنچ سے پیپڑ چھڑا سکتے نہ تھے
آگ پانی میں نہ تھی تم کو تمیز
رات دن یکساں سراسر تھا تمھیں
بھوک میں بےچین ہو جاتے تھے پر
پیاس لگتی تھی تو رو دیتے تھے سدا
کھالیا جو کچھ دیا تم کو کھلا
تلخ و شیریں میں نہ تھا کچھ امتیاز
یہ زباں زوری کہیں اصلا نہ تھی
سب کو رو رو کر جگاتے تھے ۔ مگر
تھی نہ اپنے نفع و نقصاں کی سمجھ
دیتے تھے بہرِ شفا دارو اگر
گرمی اور سردی میں جب کپڑے تھیں
کیچڑ اور گارے سے نفرت کچھ نہ تھی
واں اگر ہوتا نہ دم ماں باپ کا
دل کا کہہ سکتے نہ تھے تم مدعا
بھوک کے یا پیاسے اگر ہوتے تھے تم
ہم سمجھ لیتے تھے لیکن مدعا
پیاس میں مضطر جو پاتے تھے تمھیں
بھوک میں گر دیکھتے تھے بےقرار
رُوپ تھے معلوم سارے آپ کے
تم کو کچھ تکلیف ہوتی تھی اگر ؛
چَین ہو جاتا تھا سارا برطرف

گوشت کا اک لوتھڑا تھے آپ جب
تھے نہ یہ اُڑنے کے پر چلنے کے پیر
سخت بےبس تھے تم اور ناچار تھے
منہ سے مکھی تک اُڑا سکتے نہ تھے
تھا تمھیں زہر اور امرت ایک چیز
دھوپ اور سایہ برابر تھا تمھیں
اپنی بےچینی سے تھے تم بےخبر
مانگنا پانی مگر آتا نہ تھا ؛
پی لیا جو کچھ دیا تم کو پلا
اِس سے رغبت تھی نہ اُس سے احتراز
تھی زباں منہ میں مگر گویا نہ تھی
اپنے رونے کی نہ تھی تم کو خبر
درد کی سدھ تھی نہ درماں کی سمجھ
سر پہ رو رو تم اُٹھا لیتے تھے گھر
ہم نہلاتے تھے تو کرتے تھے ضدیں
اور نجاست سے کراہت کچھ نہ تھی
کون رکھوالا تھا اُس دم آپ کا
جانتے تھے کچھ نہ رونے کے سوا
کچھ نہ کہتے تھے مگر رو دیتے تھے تم
بھوک کا رونا ہے یا ہے پیاس کا
بِن کہے پانی پلاتے تھے تمھیں ؛
دودھ تھے تم کو پلاتے بار بار
سب سمجھتے تھے اشارے آپ کے
خود بخود تھی دل کو ہو جاتی خبر
پھرتے تھے بیتاب دوڑے ہر طرف

حالتیں سب تھے تمھاری جانتے
آپ کے تیور تھے ہم پہچانتے

ہوتے تھے بیمار دُور از حال جب
رات دِن سہتی تھی ماں رنج و تعب

بارہا آنکھوں میں کٹ جاتی تھی رات
اِک بلا آئی تھی جب آئی تھی رات

ڈرتے تھے تم غیر عورت سے سدا
ماں کی گودی سے نہ ہوتے تھے جُدا

اُوپری صورت سے تھے تم بھاگتے
دودھ ہرگز غیر کا پیتے نہ تھے

پَر کبھی تم سے دریغ اُس کو نہ تھی
گر تمھارے کام آتی جان بھی ؛

آج بیماری سے فرصت تھی نہ کل
آج چیچک کل تھا پسلی کا خلل

کرتے تھے سیانوں کی جا منتیں
مانتے تھے نت ہزاروں منّتیں

ناز اُٹھاتے تھے طبیبوں کے سدا
ڈھونڈتے پھرتے تھے شربت اور دوا

عامل اور سیانوں نے جو مانگا دیا
مُنھ نہ پیسے کا کبھی ہم نے کیا

سخت بیماری کو جب پاتے تھے ہم
فکر کے مارے گھُلے جاتے تھے ہم

رات اور دِن ماں الگ تھی بیقرار
باپ پھرتا تھا الگ زار و نزار

اللہ آمیں کرکے ہم لیتے تھے نام
کرتے تھے دَم تم پہ سُورے صبح و شام

آنکھ پر آتا تھا گر میل آپ کے
دم پہ بن جاتی تھی ماں اور باپ کی

چاہتے تھے تم کو خوش آٹھوں پہر
تم بسورے اور بنی یاں جان پر

آپ کی خاطر اُٹھائے دُکھ پہ دُکھ
دس برس تک ایک دن پایا نہ سکھ

ہم پہ گزریں کیسی کیسی سختیاں
گزریں دشمن پر نہ ایسی سختیاں

آئے گی خدمت ہماری یاد جب
ہو گئے تم خود صاحبِ اولاد جب

کی چھٹی ہم نے تمھاری جس طرح
کی ہو شاید ہی کسی نے اِس طرح

سونڈن اور ختنہ کیا کس دُھوم سے
شہر کو کھانا دیا کِس دُھوم سے

ہو چکی جب رسم بسم اللہ کی
رائے تھی اُس وقت ایک اک کی یہی

تم کو مکتب میں بٹھانا چاہیے
پڑھنے لکھنے پر لگانا چاہیے ؛

پر نہ مانا دل نے اپنے زینہار
ڈالیے اِس عمر میں تم پر یہ بار

ایک دو بار امتحاں کے طور پر
تم کو مکتب میں جو دیکھا بھیج کر

سارے دن بے کَل تمھاری ماں رہی
اور پڑی تم میں ہماری جاں رہی

پھر تمھارا ہم نے جب دیکھا یہ حال
تم کو ہے جانے سے مکتب کے ملال

جاتے ہو جب بے مزہ ہوتے ہو تم
گھڑیوں ضد کرتے ہو اور روتے ہو تم

جلد مکتب سے اُٹھا ہم نے لیا
آپ کے دل پر نہ مَیل آنے دیا

دل میں سمجھا ہو نہ جب بچّے کو شوق
لطف اُسے پڑھنے میں آئے اور نہ ذوق

بھیجنا مکتب میں ہے اُس کو ستم
باز آئے ایسے پڑھوانے سے ہم

اپنی رُت پر آپ بڑھ پڑھ لوگے تم
وقت جب آئے گا خود پڑھ لوگے تم

دوستوں نے ہم کو سمجھایا بہت
اپنے بیگانوں نے ہلسایا بہت

کھیل کی جب لگ گئی بچّہ کو چاٹ
ہو گیا جی پڑھنے لکھنے سے اُچاٹ

کارگر ہو اُس کو پند اور قید کیا
اُس کے پڑھنے کی ہے بد اُمّید کیا

یوں سنورنے کا نہیں زنہار یہ
حق میں سب ہے زہر اِس کے لاڈ اور پیار

پیار سے سمجھے تو یوں سمجھاؤ تم
ورنہ اُٹھتے بیٹھتے دھمکاؤ تم

وقت یہ اغماض کرنے کا نہیں
اب کہ بگڑا پھر سنورنے کا نہیں

کہتے تھے اپنے پرائے سب یہی
آتی تھی آواز روز و شب یہی

تم کو لیکن ہم نے جھڑکی تک نہ دی
جبر کرنے کو کبھی چاہا نہ جی

سن تمھارا جب زیادہ کچھ ہوا
پھر پڑھانے کا ارادہ کچھ ہوا

اک معلّم رکھا اور اک خوشنویس
یاد ہو گی تم کو اُن دونوں کی فیس

ایک کو پانچ ایک کو ملتے تھے دس
یہ رہے نوکر برابر دس برس

اپنے اپنے فن میں تھے ہشیار یہ
پر رہے دونوں سدا بیکار یہ

گرچہ تھی تاکید دونوں کی شدید
پر نہ دی تم نے کبھی اُن کو رسید

تم کو کب فرصت تھی کود اور پھاند سے
کھا گئے تھے تم نوشت و خواند سے

مفت کی تنخواہ وہ پاتے رہے
نام کو ہر روز یاں آتے رہے

تم نے آخر جب نہ کچھ پڑھکر دیا
دے کے کچھ دونوں کو رخصت کر دیا

ہم نے یہ سمجھا کہ کوشش ہے فضول
ساری تدبیریں ہیں اپنی سب فضول

لکھنا اور پڑھنا ہے سب تقدیر کا
تنگ ہے یاں قافیہ تدبیر کا

جب ہوئے فضلِ الٰہی سے جوان
سر پہ شادی کا چڑھا بارِ گراں

منگنیاں ہوتی ہیں اکثر قوم میں
بیاہ ہوتے ہیں برابر قوم میں

کچھ بہت درکار زیور ہے نہ نقد
ہوتے اِک شربت کے پیالے پر ہیں عقد

گر کفایت سوچتے کچھ خرچ میں
بیاہ دیتے بس یونہی ہم بھی تمہیں

اپنے دل میں تو یہی ہم نے کہا
ایک بیٹا اور وہ بھی لاڈلا

گو تمام املاک بِک جائے مگر
خرچ کیجے بیاہ میں دل کھول کر

کی اگر یاں بھی کفایت پر نگاہ
اور ہم کو کون سے کرنے ہیں بیاہ

وقت یہ آنے نہیں پھر بار بار
گُل خزاں ہے آج اگر یاں ہے بہار

ہے فراغت اور عسرت ساتھ ساتھ
کر لیں کچھ ہم بھی کہ اب چلتا ہے ہاتھ

ٹھان کر یہ جی میں دی شادی رچا
اپنے سے جو ہو سکا سب کچھ کیا

گر نہ یاد اپنا رہا ہو تم کو بیاہ
شہر کے چھوٹے بڑے ہیں سب گواہ

رات دن جلسہ تھا ناچ اور رنگ کا
غلغلہ تھا ڈھولک اور مردنگ کا

دیکھنے آتی تھی خلقت جھوم جھوم
دُور تک اس بیاہ کی پہنچی تھی دُھوم

دُور سب کے دل سے رنج و غم رہا
بیس دن تک یاں یہی عالم رہا

جانتے ہیں قوم کے برنا و پیر
آج تک دیتے ہیں سب اُس کی نظیر

کی نہ دینے میں کفایت پر نظر
جس کو دینا تھا دیا دل کھول کر

اگلی اور پچھلی پرانی اور نئی
شہر کی املاک ساری بِک گئی

قرضہ تھا نقدی کا باقی جس قدر
گو ہوئی اُس سے سبکدوشی مگر

رہن تھے جو گاؤں شادی میں کیے
آجتک بیچین ہوں اُن کے لئے

ہے بہت اُن کے چھُٹانے کا خیال
پر بظاہر اُن کا چُھٹنا ہے محال

اب بہت نازک ہے حالت باپ کی
پہنچی یہ نوبت بدولت آپ کی

مال اور جاں سے زیادہ کوئی چیز
آدمی کو یاں نہیں ہوتی عزیز

جان سے بھی ہم رہے خدمت گزار
مال بھی ہم نے کیا تم پر نثار

تم نے جو چاہا کھِلایا وہ تمہیں
تم نے جو مانگا پہنایا وہ تمہیں

گھوڑے چڑھنے کے لِئے تم کو دیے
رکھے خدمت گار خدمت کے لِئے

شوق جو اچھا بُرا تم نے کیا
ہم نے بھی تائید کی اُس کی سدا

خوب تم نے قدر کی ماں باپ کی ۔ خوب خدمت کی ہماری داد دی
تھا نتیجہ جاں فشانی کا یہی ۔ تھا صلہ سوزِ نہانی کا یہی
باپ کا تم کو ادب اصلا نہیں ۔ ماں کی خدمت کی تمھیں پروا نہیں
گھر میں دو دو دن نہیں آتے ہو تم ۔ آتے ہو اِک اِک سے لڑ جاتے ہو تم
لوگ شاکی ہیں تمھارے جابجا ۔ خود بُرا کہہ کہہ کے سُنتے ہو بُرا
ہیں تمھارے سارے اوباشوں کے ڈھنگ ۔ تم سے خُردوں اور بزرگوں کو ہے ننگ
ملنے والے ہیں تمھارے بادہ خوار ۔ اور جُواری ہیں تمھارے دوستدار
مُرغ ہم نے بھی لڑائے ہیں بہت ۔ اور کبوتر بھی اُڑائے ہیں بہت
پر ہمارا حال تم جیسا نہ تھا ۔ خبط تھا ہم کو بھی پَر ایسا نہ تھا
اپنے سب کاموں کو جب جھٹکا لیا ۔ دو گھڑی اس میں بھی دل بہلا لیا
تم تو دنیا اور دیں سب چھوڑ کر ۔ ہو انھیں دھندوں میں غرق آٹھوں پہر
ہے غرض ایسی ہی جو ہے تم کو لُت ۔ فکرِ دنیا ہے نہ فکرِ آخرت
ہم پہ سب ہنستے ہیں اشراف اور رذیل ۔ کر دیا تم نے تو ہم کو بھی ذلیل
کرچکا تھا قرض پہلے ہی زبوں ۔ اور تم نے کر دیا عزّت کا خوں
مُنھ نہیں ہوتا کسی کے روبرو ۔ خاک میں تم نے ملا دی آبرو
بہتر اپنا یاں سے اُٹھ جانا ہے اب ۔ رہ گیا پھر کیا کسی عزّت ہی جب
باپ کا تم جانتے ہو اپنے حال ۔ قرض میں جکڑا ہوا ہے بال بال
ہاتھ میں زر ہے نہ بازو میں ہے زور ۔ مار کر فکروں نے کر ڈالا ہے بھوس
کام کی باقی نہیں اپنے میں تاب ۔ مدّتوں سے دے چکی ہمّت جواب
گور میں لٹکائے بیٹھے پاؤں ہیں ۔ جا کے اب بن میں بساتے گاؤں ہیں
آپ میں ہوتا اگر کچھ حوصلا ۔ آدمیّت کا تھا اب یہ مقتضا
سر پہ لیتے اپنے گھر کا بوجھ ٹک ۔ باپ کو فکروں سے کر دیتے سُبک
ہم رہے جیسے فدا تم پر مدام ۔ تم بڑھاپے میں ہمارے آتے کام
ہم رہے اب تک تمھارے سربراہ ۔ اب ہمارے بنتے تم پُشت و پناہ
ہم بھی یاں سکھ پاتے کچھ اولاد کا ۔ نام چلتا دیکھتے اجداد کا

پر خدا کو تھا یہی منظور آہ | ہوتے وارث کے ہو گھر اپنا تباہ
جب کریں دنیا سے آہنگِ سفر | ہم بکھر اگر جائیں ویراں چھوڑ کر
خیر اب ہم کو تو یاں رہنا ہے کم | کوئی دِن کے اور ہیں مہماں ہم
پر تمھیں ہے کاٹنی اک عمر یاں | ہو ابھی فضلِ الٰہی سے جواں
اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آؤ | ڈھیل پر بازیِ دَوراں کی نہ جاؤ
بس۔ گئیں حد سے گزر رسوائیاں | کب تلک آخر یہ بے پروائیاں
ناز و نعمت کا زمانہ ہو چکا | خوابِ غفلت کا زمانہ ہو چکا
گردشِ گردوں ہے ہر دم گھات میں | شاطرِ دَوراں ہے فکرِ مات میں
ہاتھ سے جا کر نہیں آتا ہے وقت | دیکھو بھائی ہاتھ سے جاتا ہے وقت
گر رہے اب بھی یونہی تم نادرست | خود زمانہ تم کو کر دے گا درست
گردشیں دیں گی نکال ایک ایک بل | ٹھوکریں کھا کھا کے جاؤ گے سنبھل
پھر سنبھلنا واں پہ کس کام آئیگا | جب سنبھلنے سے نہ سنبھلا جائیگا
ہوگی اُڑنے کی ہوس تم کو۔ مگر | ہوں گے اُڑنے کے نہ اُس دم بال و پر
عقل ہوگی پر نہ ہوگا اقتدار | عزم ہوگا پر نہ ہوگا اختیار
جبکہ گیتی رنگ یہ دکھلائے گی | تب ملامت باپ کی یاد آئیگی

باپ یہ سب کر چکا تقریر جب | سر جھکا کر از رہِ شرم و ادب
عرض کی بیٹے نے ارشاد آپ کا | قبلۂ عالم سراسر ہے بجا
آپ کی اور والدہ کی شفقتیں | آخری دم تک نہ بھولیں گی ہمیں
حق ہیں سب سینے میں مضمر آپکے | نقش ہیں احسان دل پر آپ کے
میری جو دلجوئیاں کیں آپ نے | وہ نہ کی ہوں گی کسی ماں باپ نے
اچھے سے اچھا کھلایا آپ نے | اچھے سے اچھا پہنایا آپ نے
جان و دل ہم پر فدا کرتے رہے | ناز برداری سدا کرتے رہے
ہے بڑے افسوس کا لیکن مقام | شفقتیں کچھ آپ کی آئیں نہ کام
وہ محبت اور نوازش آپ کی | حق میں اپنے زہرِ قاتل ہو گئی

خدمتِ عالی میں گستاخی معاف — عرض کر سکتا نہیں میں صاف صاف
پر جہاں ہو بات کہنے کا محل — واں نہیں خاموش رہنے کا محل
گو کہ ہوں میں سر بسر تقصیر وار — مجھ سے ہے نوعِ بشر کو ننگ و عار
دُھوم ہے میری بدی کی جا بجا — عیب ہے مجھ سے بزرگوں کو لگا
کو بکو آوارہ صبح و شام ہوں — شہر میں رسوا ہوں اور بدنام ہوں
بے ہنر مجھ سے نہیں ہوتے کہیں — پر مری تقصیر کچھ اس میں نہیں
اُٹھے ہم جیسا اُٹھایا آپ نے — بن گئے جیسا بنایا آپ نے
کہتے ہیں اخبار میں آیا ہے یہ — مخبرِ صادق نے فرمایا ہے یہ
اصل فطرت میں ہیں سب بچّے رشید — غیب سے آتے ہیں سب بنکر سعید
پھر اُسی رستے پہ پڑ جاتے ہیں وہ — رُخ جدھر ماں باپ کا پاتے ہیں وہ
آئے تھے ہم جستجو میں راہ کی — تھی فقط درکار ہم کو رہبری
آپ نے جو راہ دی ہم کو بتا — ہم نے لی وہ راہ بے چون و چرا
آپ کے انعام اور احسان سب — یوں اگر کہیے تو اوں ہیں مان سب
پر اگر انصاف کچھ فرمائیں آپ — اِس طرح مجھ کو نہ پھر شرمائیں آپ
ذکر بچپن کا جو فرماتے ہیں آپ — اپنے احسانوں سے شرماتے ہیں آپ
ہاں مُقرّر ماممتا ماں باپ کی — حق میں بچّوں کے ہے اک نعمت بڑی
گر نہ ہو ماں باپ کو اُن کا خیال — پرورش پانا ہو بچّوں کا محال
پر نہیں دخل اِس میں کچھ انسان کا — اِس میں ہے ماں باپ کا احسان کیا
جان دے پانی اگر کھیتی میں ڈال — یا وہ کر دے خشک پودوں کو نہال
اس میں پانی کا نہیں کچھ اختیار — ہے یہ خاصیّت عطائے کردگار
کچھ نہیں تخصیص یاں انسان کی — ہے یہی خصلت ہر اک حیوان کی
جانور بھی جو نہیں رکھتے تمیز — سب کو بچّے اپنے ہوتے ہیں عزیز
بھوک میں لیتے ہیں سب اُن کی خبر — پیاس میں کرتے ہیں سب حلق اُن کا تر
زَد میں جب دشمن کی پاتے ہیں اُنھیں — زَد سے دشمن کی بچاتے ہیں اُنھیں
آنکھ سے اوجھل جو ہو جاتے ہیں جب — ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ہر سُو مُضطرب سا

ہے غرض اُلفت وہی حیوان کو
لاگ جو بچّوں سے ہے انسان کو

دی ہے آگ اِک دلمیں قدرت نے لگا
جس سے دل بس میں نہیں ماں باپ کا

جبکہ قابو میں نہیں رہتا ہے دِل
مانتے ہیں دِل کی جو کہتا ہے دِل

فکر میں گھُلنا سدا اولاد کے
جھیلنے دُکھ برملا اولاد کے

کچھ خوشی ماں باپ کے دلکی نہیں
پر کریں کیا مانتا دل ہی نہیں

وہ تو کرتے لاکھ بار اُن سے گریز
کیا کریں ہے آتما کی آنچ تیز

اُس خدا نے ذات ہو جس کی حکیم
جس کی حکمت اور حکومت ہے قدیم

ہوش خُردوں کو نہیں جبتک دیا
اُن کا ضامن ہے بزرگوں کو کیا

تاکہ بیہوشی میں لیں اُن کی خبر
چوکسی اُن کی کریں آٹھوں پہر

ہوں اگر بھُوکے تو اُن کو کچھ کھلائیں
ہوں اگر پیاسے تو اُن کو کچھ پلائیں

جاگتے سوتے ہوں اُن کے پاسباں
بیٹھتے اُٹھتے ہوں اُن پر جاں فشاں

اُن کو بےکل دیکھ کر ہوں بیقرار
اُن کی بیماری میں ہوں بیماردار

بے بسی کے دن نکلواتا ہے یوں
اپنے مدہوشوں کو بلواتا ہے یوں

ہر بشر کو دی ہے مہر اولاد کی
اِس طرح دُنیا ہے یہ آباد کی

گر نہ ہو یہ ماتا انسان میں
خانماں ویراں ہوں سب اک آن میں

اِس سے بچ سکتا کوئی انساں نہیں
اس میں کچھ اولاد پر احسان نہیں

جب کہ دُکھتا ہے کوئی عضوِ بدن
سارے ہو جاتے ہیں بیکل مرد وزن

کرتے ہیں تدبیر ہو سکتی ہے جو
درد کی تکلیف کھو سکتی ہے جو

درد کی جب تک کسک جاتی نہیں
کچھ کیے بِن اُن کو بن آتی نہیں

ہے یہی بالکل مثال اولاد کی
کیونکہ ہے جُزوِ بدن اولاد بھی

کَل سے اُن کی کَل سدا پاتے ہیں دل
دُکھ سے اُن کے سب دُکھ جاتے ہیں دل

پیاس میں بچّوں کو روتا دیکھ کر
کیا کریں پانی نہ دیں اُن کو اگر

بھُوک میں جب روئیں بچے زار زار
چھوڑ دیں کس طرح اُن کو بیقرار

اُن پہ گر سختی گزرتی ہے ذرا
اُن سے یاں دہ چند ہوتی ہے سوا

اُن کا خوش جس بات سے ہوتا ہو جی
حصر ہے اُس بات پہ اُن کی خوشی

اُن کی کلفت ہے بلا اُن کے لیے
اُن کی فرحت ہے غذا اِن کیلیے

طبعِ اِنساں کا ہے جب یہ اقتضا
کیا کرے گر ہو نہ بچّوں پر فدا

اپنی راحت خوش نہیں آتی کسے
اپنی آسائش نہیں بھاتی کسے

جبکہ مَصرف دودھ کا کوئی نہ پائیں
کیوں نہ مائیں اپنے بچّوں کو پلائیں

اُن کو بِن بچّوں کے نیند آئے نہ جب
کیوں نہ چھاتی سے لگا کر سوئیں سب

کِس طرح غافل ہوں پھر اولاد سے
جب نہ بِن دیکھے ہو چَین اولاد کے

کہتے ہیں، بچّوں کو ہم کرتے ہیں پیار
اور دل کو اپنے دیتے ہیں قرار

ظاہرا اُن کی خوشی کرتے ہیں یہ
اور ٹھنڈا اپنا جی کرتے ہیں یہ

مار پر ہاتھ اُن کی اُٹھتا ہے اگر
دل کو رہتا ہے قلق دو دو پہر

اِس لیے رکھتے ہیں اُن کو پیار سے
کیونکہ دل دُکھتا ہے اُن کی مار سے

پیار اُنھیں کرتے ہیں سب اپنے لیے
اُن کا دَم بھرتے ہیں سب اپنے لیے

ایک شفقت میں ہے دُہری منفعت
پرورش اُن کی اور اپنی مصلحت

چھُٹپن پر اُن کے بھی ہو شاید نظر
اُن سے چَین اپنا مُقدّم ہے مگر

بھُول کر بھی کوئی نام اُن کا نہ لے
پر طبیعت چَین یاں لینے بھی دے

شفقتیں ایسی ہی سمجھیں آپ سب
کرتے ہیں بچّوں سے یہ جو ماں باپ سب

اب رہی شادی چھٹی اور بیاہ کی
رسم مونڈن اور بسم اللہ کی

گو ہے یاں دم مارنا بے غیرتی
ناسپاسی اور کافر نعمتی

بات لیکن بے کہے بنتی نہیں
خواہ نفریں کیجئے خواہ آفریں

شادیوں میں آپ نے جو کچھ کیا
میری تقریبوں میں جو جو کچھ دیا

تھا وہ سب کچھ اپنی عزّت کے لیے
نیکنامی اور شُہرت کے لیے

تھا بہانہ یہ کہ ہے عقدِ پسر
تھی مگر اپنی نمایش پر نظر

ہر طرف مدح و ثنا تھی آپ کی
ہر زباں پر واہ وا تھی آپ کی

چُپ تھے سارے خُردہ گیر اور نکتہ چیں
سب یہ کہتے تھے کہ حضرت آفریں

دوست ہی کرتے نہ تھے بس واہ وا
دشمنوں نے بھی لیے تھے سر جھُکا

مُعترف بیگانے اور اپنے تھے سب
تھا جہاں چرچا یہی تھا روز و شب

تھا ہمارا کام اور نام آپ کا
یاں نہ ہم کو دھیان تک شادی کا تھا
بیاہ ۔ یا شادی کا جب سنتے تھے نام
ہم کو تھا شادی سے ایسا ہی لگاؤ
آپ کے دل میں تھے کچھ ارماں بھرے
مفت ہم شرمندۂ احساں ہوئے
گھر میں جو نقدی تھی یا اسباب تھا
کی نہ حضرت نے نظر انجام پر
آپ کی تو نبھ گئی عزت کے ساتھ
پڑ ہماری کس طرح ہوگی بسر
ہے ہمیں اب آفتوں کا سامنا
کردیا خوں زور و زر کا آپ نے
آپ کو ہوتا اگر منظور یہ
جور گردوں سے نہوں پامال ہم
شادیوں میں رائگاں کھوتے نہ مال
کھو دیتے ہم پر نہ در افلاس کے
ہم پہ احساں آپ یاں کرتے اگر
کھول کر تعلیم میں دل کرتے خرچ
علم کا تھا ہم کو بے شک شوق کم
بے خبر تقدیر کی گھاتوں سے تھے
تھے نصیحت سے بزرگوں کی نفور
پاس عزت کا نہ ڈر ذلت کا تھا
تھے مگر ہر طرح بس میں آپ کے
ہم سے سرزد جب خطا ہوتی کوئی
آپ کا دل کرتا تھا سزا سے آپکا

بلکہ تھا سب نام اور کام آپ کا
اور نہ ارماں گھر کی آبادی کا تھا
تھا ہمیں اک اک کا منہ تکنے سے کام
بیاہ کا ہو جیسے اک گڈے کو چاؤ
بیاہ اٹھا کر وہ ہمارے سر دھرے
اور پورے آپ کے ارماں ہوئے
پاس ہمارا تھا کچھ اک جاداد کا
کردیا قربان سب اک نام پر
سو سے بہتر عیش اور عشرت کے ساتھ
گھر میں دولت ہے نہ ہاتھوں میں ہنر
ہوگیا عزت کا مشکل تھامنا
گھاٹ کا رکھا نہ گھر کا آپ نے
کاہشیں ہم سے رہیں سب دور یہ
بعد حضرت کے رہیں خوشحال ہم
اپنی شہرت کا نہ کرتے کچھ خیال
چھوڑ جاتے کچھ ہمارے واسطے
علم کی دولت سے کرتے بہرہ ور
ہوتا کچھ ہوتا اگر کاموں میں حرج
کانپتے تھے نام سے پڑھنے کے ہم
بھاگتے ہم کام کی باتوں سے تھے
رہتے تھے سایہ سے ان کے دور دور
پردہ آنکھوں پر پڑا غفلت کا تھا
حکم سے باہر نہ تھے ماں باپ کے
پاکہ حرکت ناسزا ہوتی کوئی
دل پہ کرتے جبر پر دیتے سزا

آپ کی خفگی کا ڈر ہوتا اگر — تربیت کا کچھ نہ کچھ ہوتا اثر
گر وطن میں تربیت آساں نہ تھی — کچھ جدائی خارج از امکاں نہ تھی
سوچتے انجام کی بدبختیاں — کرتے فرقت کی گوارا سختیاں
بھیج دیتے گھر سے باہر چند روز — لیتے دھر چھاتی پہ پتّھر چند روز
مصلحت پر کرتے اُلفت کو فدا — کچھ دلوں اپنے سے کر دیتے جُدا
یاد سے اپنی بُھلا دیتے ہمیں — پر کسی قابل بنا دیتے ہمیں
گر جُدائی آپ کو آتی نہ راس — دل ہماری یاد میں رہتا اُداس
دردِ فرقت سے نہ کچھ گھبراتے آپ — دِل بہلتا جس طرح بہلاتے آپ
شادیوں میں خرچ جو اُٹھا فضول — ہم کو آخر کیا ہوا اُس سے حصول
تربیت میں اپنی وہ اُٹھتا اگر — ہم نہ ہوتے خوار شاید اِس قدر
گھر میں کچھ باقی نہ رہتا اپنے جب — چار سُو پاتے کھُلی راہِ طلب
ہاتھ میں ہوتا اگر کچھ بھی ہنر — رہتے عزت سے نکل جاتے جدھر
اپنے حق جتنے جتائے آپ نے — ہم پہ جو احساں جتائے آپ نے
یوں تو ہیں وہ قابلِ تسلیم سب — کیونکہ ہے ہم کو یہی حکمِ ادب
کرتے ہیں جب دل میں لیکن غور ہم — اپنا حصّہ اُن میں کچھ پاتے ہیں کم
یاد ہیں سب ہم کو احساں آپ کے — کچھ اُمیدیں تھیں کچھ ارماں آپ کے
اپنی خوشیاں کرتے تھے پوری مگر — تھی مصالح پر ہماری کم نظر
ایسے احسانوں سے ہو دل شاد کیا — ہم بزرگوں کو کریں گے یاد کیا

باپ سے جو سُنا جوانی میں پسر — باتیں یہ کہتے تو کہہ گزرا۔ مگر
کہہ کے جی میں اپنے شرمایا بہت — جُراَتِ بیجا سے پچھتایا بہت
گو دیے الزام سب اپنے مٹا — پر نہ مٹ سکتا تھا حق ماں باپ کا
دے رہا تھا باپ کو زک صاف صاف — کہہ رہا تھا دل مگر اُس کے خلاف
دعوےِ احساں سے سُبکدوشی کے تھی — پر دبی جاتی تھی گردن بوجھ سے
گو زباں بس میں نہ تھی نادان کی — پر گلے میں تھی کمند احسان کی

کر کے عذرِ شوخ چشمی باپ سے
گر پڑا قدموں پہ آکر باپ کے

دل جو اُمڈا دیر تک روتا رہا
متصل اشکوں سے مُنھ دھوتا رہا

گو ہوئی تھی باپ کو خفت کمال
پر یہ دیکھا اُس نے جب بیٹے کا حال

جلد قدموں پر سے سر اُس کا اُٹھا
اپنی چھاتی سے لیا اُس کو لگا

پھر کہا بیٹے سے اے لختِ جگر!
کیوں ہوئی تم کو ندامت اِس قدر

تم نے جو الزام ہیں مجھکو دیے
اِس سے بڑھ کر کیا خوشی ہوگی مجھے

شکر ہے اتنی تو ہے تم کو خبر
باپ نے رکھا ہے تم کو بے ہنر

سب بُرے تم سے سلوک اُسنے کیے
جو بھلائی کی وہ کی اپنے لئے

باپ تو کہتا ہی تھا تمکو بُرا
تم نے کر دی باپ کی ثابت خطا

چاہیے اِس کے سوا کیا باپ کو
باپ کے تم رہنما پیری میں ہو

پر مری جاں ہم تو ہیں پا در رکاب
آنے والی ہے اجل سر پر شتاب

فی الحقیقت گر ہوئی ہم سے خطا
حاصل اب اُس کے جتانے سے ہے کیا

عمرِ رفتہ پھر ملے جب باپ کو
اِس نصیحت پر عمل تب ہو تو ہو

جب کہیں بیٹا ہو پیدا دوسرا
عمر بھی اُس کو کرے خالق عطا

اور رہے سر پر سلامت باپ بھی
بات بھی بگڑی نہ ہو یوں باپ کی

تب نصیحت ہو تمھاری سودمند
ہو سکے تب باپ اُس پر کاربند

جبکہ یہ ممکن نہیں اے جانِ جاں
ہے تمھیں الزام دینا رائگاں

سرزنش کا وقت ہی جب ہو چکا
سرزنش اب تم نے کی ہم کو تو کیا

رُت ہماری تو گئی ساری گزر
ہو ابھی تم جوہرِ قابل مگر

غلطیاں سب باپ کی ہو جانتے
اپنے نیک و بد کو ہو پہچانتے

راہ پر جا ہو تو آسکتے ہو تم
ہم نے جو کھویا ہے پا سکتے ہو تم

ہو گئی پا لغزش جو کچھ باپ سے
ہے تلافی اُس کی ممکن آپ سے

تربیت بیجا کریں ہم یا بجا
تربیت ماں باپ کی ہے چیز کیا

نوجوانی کا نشہ چڑھتا ہی جب
سب دھری رہتی ہے تعلیم و ادب

ہاں مگر جو عقل خود رکھتے ہیں یاں
ٹھیک رہتے ہیں وہی ہو کر جواں

ہر کوئی بیج اپنا خود بوتا ہے خوب
پہلے اپنا سوچ لو انجام تم
تم نے بچپن میں بگاڑا ہے گر
اب بھی گر حالت نہ بدلی آپ کی
باپ نے بیٹے کو نالائق کہا
تا کہ کہنا باپ کا جھوٹا نہ ہو
ہے پسندیدہ اطاعت باپ کی
ہے اگر بیٹا اطاعت اس کا نام

کام اپنا آپ ہی ہوتا ہے خوب
دیتے رہنا پھر بھی الزام تم
اب تو تم عاقل ہو خود جاؤ سنور
آپ کی بھی کچھ مشکل ہو گی دور
بیٹا نالائق ہی سچ مچ بن گیا
نسبت نالائقی بے جا نہ ہو
پڑ نہ ایسی جیسی اُس بیٹے نے کی
ایسی نا واجب اطاعت کو سلام

